تفسیر نورالعرفان (قسط ۳۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب سورت نساء (۱۶۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں ذکر فرمانے کی نفی ہے، نہ کہ علم دینے کی۔ حضور ﷺ کو سارے پیغمبروں کا علم دیا گیا، ان سب نے معراج کی رات حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی، رب فرماتا ہے: ﴿وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ﴾ خلاصہ یہ کہ ہم نے بعض پیغمبروں کے تفصیلی حالات قرآن میں بیان فرما دیے اور بعض کے اب تک بیان نہ فرمائے، اس کا معنی یہ نہیں کہ آئندہ بھی بیان نہ کریں گے۔ لہٰذا وہابی اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص154)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ (النّساء: ١٦٤)

''آپ سے پہلے بعض رسولوں کے حالات ہم نے آپ کو بیان کر دیے ہیں اور بعض کا بیان نہیں کیا۔''

قرآن کریم میں تمام انبیا کے حالات ذکر نہیں ہوئے۔ بعض رسولوں کے واقعات بیان کر دیے اور بعض کے بیان نہیں کیے۔ جن کے قصص قرآن کریم میں مذکور ہیں، انہیں تو

جانتے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے، ان کے جاننے پر کوئی دلیل نہیں۔ جن کے حالات بیان ہوئے ہیں، ان سے بھی نبی کریم ﷺ وحی سے پہلے واقف نہ تھے۔ خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیائے کرام کے حالات کا علم نہیں رکھتے تھے۔

نیز آیت کا یہ مفہوم بھی درست نہیں ہے کہ بعض انبیا کے تفصیلی حالات قرآن میں بیان کر دیے ہیں اور بعض کے بعد میں بیان کریں گے۔ قرآن کریم میں تمام رسولوں کا بھی ذکر نہیں، چہ جائیکہ تمام انبیا کا ذکر ہو۔

فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ﴾ کا مفہوم یہ نہیں کہ ہم نے تمام رسولوں کے حالات آپ کو بیان کر دیے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنے رسولوں کے حالات ہم نے آپ کو بیان کیے ہیں، ان سب کا مقصد یہ تھا کہ ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں، کہ جو پریشانیاں آپ کو راہِ حق میں پیش آ رہی ہیں، وہ آپ سے پہلے انبیاء ورسل کو بھی درپیش تھیں، اس لیے صبر واستقلال کا مظاہرہ کیجیے اور دعوت کو جاری رکھیے۔

تمام انبیا کا نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ سب کو جانتے تھے۔

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اکرم ﷺ نے میراث کے علم کو آدھا علم فرمایا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص167)

یہ روایت سنن ابن ماجہ (۲۷۱۹) اور سنن دارقطنی (۴/ ۶۷) وغیرہ میں موجود ہے۔ سند سخت ضعیف ہے۔ حفص بن عمر بن ابی العطاف منکر الحدیث اور متروک ہے۔

③ مفتی صاحب سورت مائدہ (۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ مٹی اور مٹی کی جنس سے تیمّم جائز ہے، جنس مٹی وہ ہے، جو زمین سے پیدا ہو اور آگ میں نہ راکھ ہو، نہ گلے۔ لہٰذا پہاڑی نمک اور کان کے کوئلے سے تیمّم جائز ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص171)

قرآن کریم نے پاک مٹی سے تیمّم کا حکم دیا ہے۔

❀ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا، إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ .

''پانی نہ ملے، تو زمین کی مٹی ہمارے لیے طہارت (وضو و غسل کا ذریعہ) بنادی گئی۔''

(صحیح مسلم: 522)

معلوم ہوا کہ صرف پاک مٹی سے تیمّم ہو سکتا ہے۔

④ مفتی صاحب سورت مائدہ (۱۵) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی کتب کے احکام سے واقف تھے، یہ بھی جانتے تھے کہ کون سے احکام اصلی ہیں اور کون سے جعلی۔ کسی کے چھپے بھید وہی ظاہر کر سکتا ہے، جو بھید سے واقف ہو، لیکن حضور کو ان کتابوں کے درست کرنے کا حکم نہ تھا، کیونکہ وہ منسوخ ہو چکی تھی، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت رجم وغیرہ کو درست فرما بھی دیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص174)

یہود جو احکام چھپاتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض کے متعلق وحی کے ذریعے خبر دے دیتے تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ کتابوں سے پوری طرح

واقف تھے۔ نبی کریم ﷺ سابقہ کتب میں سے وہی کچھ جانتے تھے، جو اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وحی فرما دیتا تھا۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی کاتب رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے عرض کیا کہ یہ بڑا قابل کاتب ہے، اس کے بغیر حکومت بصرہ کا کام چلانا دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ مر گیا، تو کیا کرو گے؟''

(تفسیر نور العرفان، ص184)

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''نجاشی بادشاہ نے ہی حضور کا نکاح اُم حبیبہ بنت ابوسفیان سے کر دیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص192)

یہ روایت مسند احمد (۶/۴۲۷)، سنن ابی داود (۲۰۸۶) اور سنن نسائی (۳۳۵۲) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۱۳) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۱/۲) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

معجم کبیر طبرانی (۲۴۵/۲۳) وغیرہ والی سند شدید ضعیف ہے۔

۱۔ ابوبکر بن ابی مریم سخت ضعیف ہے۔

۲، ۳۔ محمد بن مصفی اور بقیہ دونوں تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں، آخر سند تک سماع کی تصریح چاہیے۔

صحیح مسلم (۲۵۰۱) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ

کے بعد کیا تھا۔ اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں واقدی کذاب کے قول پر مؤرخین کا اتفاق کوئی معنی نہیں رکھتا۔

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو دربار میں بلایا گیا، نجاشی نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو، حضرت جعفر نے سورت مریم کی تلاوت شروع فرمادی، تمام دربار کے نصرانی علما اور خود نجاشی رونے لگے......''

(تفسیر نورالعرفان، ص193)

یہ روایت مسند احمد (۵/۲۹۰) میں موجود ہے، سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حبشہ کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، جس میں ۷۰ آدمی تھے، حضور نے سورت یس سنائی، جس پر وہ لوگ بھی زاروقطار رونے لگے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص193)

مرفوع ثابت نہیں۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث شریف میں ہے کہ حلال وہ، جسے اللہ حلال کرے، حرام وہ، جسے اللہ نے حرام فرمایا اور جس سے خاموشی رہی، وہ معاف ہے۔ لہٰذا محفل میلاد شریف، عرس وغیرہ کو چونکہ اللہ رسول نے حرام نہ فرمایا، لہٰذا حلال ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص197)

یہ روایت سنن دارقطنی (۲۰۶۶)، مسند بزار (کشف الاستار: ۱۲۳) اور مستدرک حاکم (۳۴۱۹) وغیرہ میں ہے۔ سند ضعیف ہے، رجاء بن حیوہ کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

میلاد اور عرس کافر قوموں کا وطیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے۔ نبی کے یوم ولادت کو یوم عید قرار دینا عیسائیوں کی عادت ہے۔ عیسائیوں سے یہ عمل روافض کے ذریعہ مسلمانوں میں داخل ہو گیا، ہر دور کے علمانے اسے بدعت کہا ہے۔

❁ علامہ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) ابن الجزری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ أَهْلُ الصَّلِيبِ اتَّخَذُوا لَيْلَةَ مَوْلِدِ نَبِيِّهِمْ عِيدًا أَكْبَرَ فَأَهْلُ الْإِسْلَامِ أَوْلٰى بِالتَّكْرِيمِ وَأَجْدَرُ .

''جب اہل کتاب نے عیسی علیہ السلام کے یوم ولادت کو بڑی عید بنایا ہے، تو اہل اسلام اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو عید بنائیں۔''

(الأجوبة المَرضيّة فيما سئل السّخاوي عنه من الأحاديث النّبوية : 3/1117)

❁ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) ان کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

قُلْتُ : مِمَّا يُرَدُّ عَلَيْهِ إِنَّا مَأْمُورُونَ بِمُخَالَفَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ .

''میں کہتا ہوں کہ ان کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمیں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔''

(المَورِد الرَّوِيّ في المَولِد النّبوي، ص 29)

عرس ممنوع ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر علما وصلحا کے عرس نہیں لگتے، تو اور کون ہے، جس کی قبر پر عرس لگانا جائز ہو؟ اہل سنت والجماعت ان اُمور کو قطعا جائز نہیں سمجھتے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے، تو یہ ضعیف ہے، اس سے جو اُصول اخذ کیا گیا ہے، اس کی بنیاد پر میلاد اور عرس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حدیث عبادات کے متعلق نہیں ہے، بلکہ معاملات کے بارے میں ہے۔ معاملات میں اصل اباحت ہے، ممانعت کے لیے

دلیل چاہیے۔ جبکہ عبادات میں اصل ممانعت ہے، مشروعیت کے لیے دلیل چاہیے۔ عرس اور میلاد کو شرعی اُمور سمجھ کر اپنایا جاتا ہے، لہٰذا ان کی مشروعیت کے لیے دلیل شرعی درکار ہے، ورنہ ممنوع وحرام ٹھہریں گے۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت بدیل جو عمرو بن عاص کے غلام تھے، دو نصرانیوں؛ تمیم بن اُوس اور عدی بن بداء کے ساتھ شام کی طرف بغرض تجارت گئے، شام پہنچتے ہی بدیل بیمار ہو گئے، انہوں نے چھپکے سے اپنے سامان کی فہرست لکھ کر سامان میں رکھ دی اور جب مرنے لگے، تو تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ میرا یہ تمام مال مدینہ منورہ پہنچ کر میرے گھر والوں کو دے دیں، بدیل کی وفات کے بعد ان دونوں نصرانیوں نے بدیل کا سامان دیکھا، تو اس میں ایک چاندی کا پیالہ، جس پر سونے کا پانی پھرا تھا، وہ بھی تھا، ان دونوں نے وہ پیالہ تو غائب کر دیا اور باقی سامان بدیل کے گھر والوں تک پہنچا دیا، گھر والوں نے جب اس فہرست کو دیکھا، تو پیالہ نہ تھا۔ انہوں نے دونوں نصرانیوں سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر نہیں، ہم نے جیسا مال پایا، ویسا ہی تم تک پہنچا دیا۔ یہ مقدمہ حضور پرنور کی کچہری میں پیش ہوا، یہ دونوں وہاں بھی انکاری ہو گئے، پھر وہ پیالہ مکہ معظّمہ میں پکڑا گیا۔ جس شخص کے پاس تھا، اس نے کہا کہ ہم نے یہ پیالہ تمیم وعدی سے خریدا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص198)

یہ روایت سنن ترمذی (۳۰۵۹) وغیرہ میں آتی ہے۔ سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ محمد بن سائب کلبی ابونضر متروک ہے۔

۲۔ ابو صالح باذام ضعیف ومختلط ہے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بعد از اختلاط روایت لی ہے۔

۳۔ محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''آج بھی اگر کسی ایسے شخص کو، جو بزرگوں کے مزار کا بہت ادب کرتا ہو، مزار شریف پر لے جا کر قسم دی جاوے......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص199)

قسم کو مؤکد کرنے کے لیے بزرگوں کے مزار پر جانا جائز نہیں، کیونکہ یہ شرک وکفر کے اڈے ہیں۔ ان سے متعلق لوگ بہت کم اللہ سے ڈرتے ہیں۔ کسی صحابی، تابعی، یا تبع تابعی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر قسم اُٹھانا ثابت نہیں۔ یہ کیسا دین ہے، جسے اسلاف امت نے نہیں اپنایا۔

⑫ مفتی صاحب سورت مائدہ (۱۱۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور کی ولادت کے دن کو عید میلاد منانا سنت پیغمبر سے ثابت ہے، کیونکہ حضور پرنور کی ولادت مائدہ سے بڑی نعمت ہے، نیز اس سے نعمتوں کی تاریخیں منانا، انہیں بڑا متبرک دن کہنا جائز، بلکہ سنت نبی ہے، تقرر اور تعین بھی سنت ہے۔ عیسائیوں کا بڑا دن اسی کی یادگار ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص193)

عیدیں ہر شریعت کی اپنی ہیں، ہمیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ دی گئیں ہیں، ورنہ جس دن

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عید منائی، اس دن آپ عید کیوں نہیں مناتے؟ کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں شریک نہیں آپ؟ اگر شریک ہیں اور یقیناً ہیں، تو اس کار خیر سے پیچھے رہ جانے کا کیا جواز؟

عید میلاد منانا سنت پیغمبر سے ثابت نہیں ہے۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مائدہ سے بڑی نعمت ہے، اس سے اسلاف امت بخوبی واقف تھے۔ اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ مسلمین نے عید میلاد نہ منائی۔ اگر یہ دین ہوتا، تو اسلاف امت اول حق دار تھے کہ اس پر عمل کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر کتاب وسنت کی تعبیروں کو سمجھنے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کرنے والے تھے۔

❁ مفتی صاحب حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) سے نقل کرتے ہیں:

لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرُوْنِ الثَّلاثَةِ، إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ .

''یہ کام (عید میلاد) تینوں زمانوں (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) میں سے کسی نے نہیں کیا۔ یہ تو بعد میں ایجاد ہوا۔''

(جاء الحق: 236/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَصْلُ عَمَلِ الْمَوْلِدِ بِدْعَةٌ لَّمْ تُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ .

''میلاد کی اصل بدعت ہے۔ یہ عمل تین (مشہود لہا بالخیر) زمانوں کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں۔''

(الحاوي للفَتاوِي للسّيوطي: 196/1)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ خَلَا مِنْهُ وَعَمِلَ طَعَامًا فَقَطْ وَنَوٰى بِهِ الْمَوْلِدَ وَدَعَا إِلَيْهِ الْإِخْوَانَ، وَسَلِمَ مِنْ كُلِّ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ، فَهُوَ بِدْعَةٌ بِنَفْسِ نِيَّتِهٖ فَقَطْ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ زِيَادَةٌ فِي الدِّينِ وَلَيْسَ مِنْ عَمَلِ السَّلَفِ الْمَاضِينَ، وَاتِّبَاعُ السَّلَفِ أَوْلٰى، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهٗ نَوَى الْمَوْلِدَ، وَنَحْنُ تَبَعٌ فَيَسَعُنَا مَا وَسِعَهُمْ.

''اگر میلاد گانے سے خالی ہو، صرف کھانا تیار کیا جائے، نیت میلاد کی ہو اور کھانے پر دوست احباب کو مدعو کیا جائے۔ یہ کام اگر مذکورہ قباحتوں سے خالی بھی ہو، تو یہ صرف میلاد کی نیت کی وجہ سے بدعت بن جائے گا، کیونکہ یہ دین میں زیادت ہے۔ سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں۔ سلف کا اتباع ہی لائق عمل ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت سے کوئی کام کیا ہو۔ ہم سلف صالحین کے پیروکار ہیں۔ ہمیں وہی عمل کافی ہو جائے گا، جو سلف کو کافی ہوا تھا۔''

(الحاوي للفتاوي للسّيوطي :1/195)

نعمتوں پر شکر گزاری کا طریقہ شریعت نے مقرر و متعین کر دیا ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم عبادات کے طریقے متعین کریں۔ نیز کوئی بڑا یا چھوٹا متبرک دن نہیں۔ دن مبارک ہوتے ہیں، متبرک نہیں۔ غلو سے بچنا چاہیے، کیونکہ پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب غلو ہی بنا۔

❁❁❁❁❁❁❁